© rasailojaraid.com

الناسخ والمنسوخ، ابوجعفر النحاس، مطبعة السعادة، مصر، ۱۳۲۳ھ

نزہۃ الأعین النواظر فی علم الوجوه والنظائر، ابن الجوزی، تحقیق محمد عبدالکریم الراضی، موسسہ
بیروت طبع اوّل، ۱۴۰۴ھ

نقد الشعر، قدامہ بن جعفر، تحقیق محمد عبدالمنعم خفاجی، مکتبۃ الکلیات الازہریۃ، قاہرہ، ۱۳۹۹ھ

نواسخ القرآن، ابن الجوزی، تحقیق محمد اشرف علی الملیباری، الجامعۃ الاسلامیۃ، مدینہ منورہ،
طبع اوّل، ۱۴۰۴ھ

ہماری اردو مطبوعات

۱۔ اسلام ایک روشن حقیقت — ڈاکٹر حمودہ عبدالعاطی
۲۔ اسلامی معیشت کے بنیادی اصول — محمد ابوالسعود
۳۔ اخوان المسلمون کا تربیتی نظام — یوسف القرضاوی
۴۔ دعوتِ اسلامی — پندرہویں صدی کے استقبال میں — محمد الغزالی
۵۔ ہم دعوت کا کام کیسے کریں — عبدالبدیع سقر
۶۔ اسلامی کردار — محمد الغزالی
۷۔ زنداں کے شب و روز — زینب الغزالی
۸۔ اسلام کی بنیادیں — حسن ایوب
۹۔ اخوان المسلمون — مقصد، مراحل، طریقۂ کار — پروفیسر سعید حوّی
۱۰۔ اسلامی حکومت حقوق و فرائض — عبدالکریم زیدان
۱۱۔ تحریک اسلامی مشکلات، مسائل، آزمائشیں — فتحی یکن
۱۲۔ تحریک اور دعوت — بہی الخولی
۱۳۔ تصوف کی تین اہم کتابیں — سید احمد عروج قادری

ہندوستان پبلیکیشنز ۲۰۳۵۔ قاسم جان اسٹریٹ

...وسطیٰ کے ہندوستان کی فارسی تفسیریں

ایک تعارفی مطالعہ

ڈاکٹر ظفر الاسلام

چند باتوں

...ان کے معانی و مطالب کی تشریح و توضیح کو جسے اصطلاحاً علم تفسیر سے تعبیر کیا جاتا ہے جملہ ...ں پر فوقیت حاصل ہے اسی لئے اسے اشرف العلوم بھی کہا جاتا ہے۔ اسلامی تاریخ ...دری ہے اس علم میں مسلمانوں کی دلچسپی کے واضح ثبوت ملتے ہیں۔ خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ...اس علم میں خاص شغف رکھتا تھا۔ ابتداءً قرآن کی ترجمانی و تشریح اور اس کے معانی ...زبانی روایت تک محدود رہی۔ دوسری صدی ہجری سے ان تفسیری روایات کو ...میں جمع کرنے کا سلسلہ شروع ہوا اور یہیں اس میدان میں تصنیف و تالیف کا ...ت ہوا۔ اولین مرحلہ میں تفسیر ماثور کا طریقہ اپنایا گیا اور بعد میں اس فن کی ترقی و ...ساتھ تفسیر نگاری کے مختلف طریقے اور اسلوب اختیار کئے گئے اور مضامین کی ...ساتھ ساتھ لغت و ادب، تاریخ و جغرافیہ، اور فقہ و علم الکلام جیسے متعدد پہلوؤں ...ڈالی گئی۔ اس علم کے اشرف العلوم ہونے کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ...اسلامی تاریخ کے ہر دور میں مقبولیت حاصل ہوئی اور یہ ہمیشہ اہلِ علم کی توجہ کا ...ہندوستان میں مسلمانوں کے دورِ حکومت کو جو عہدِ وسطیٰ کے نام سے معروف ...تاریخ سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ سقوط بغداد کے بعد مشرق میں مسلمانوں ...ت کو جو سیاسی پوزیشن حاصل ہوئی اس سے قطع نظر تہذیبی و ثقافتی اداروں کی ...ف علوم و فنون کی اشاعت کے اعتبار سے اس دور کی اہمیت اپنی جگہ مسلم ہے۔ وسطِ ...یشیا میں منگولوں کی تباہی کے بعد سلاطین دہلی کا ہندوستان اہل علم و فن کے لئے ...و ماویٰ ثابت ہوا۔ ان کی علم دوستی اور فیاضی کی شہرت نے ان کے دربار کو علماء، ...مرکز بنا دیا۔ اس میں شبہ نہیں کہ وسط ایشیا سے منتقل ہونے والے علماء

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(جن میں اکثریت فقہاء کی تھی) کے زیر اثر اور کچھ حکومت کی اپنی انتظامی ضروریات کی
اور فقہی علوم کو زیادہ رواج ملا۔[1] لیکن اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا صحیح نہ ہوگا کہ دوسرے مذہبی
غفلت برتی گئی اور ان میں تصنیفی و تالیفی کارنامے انجام نہ دیئے گئے۔ عہد وسطیٰ کی علمی
مطالعہ سے یہ بات بخوبی واضح ہوتی ہے کہ اس دور میں اہلِ علم میں ہر فن سے دلچسپی رکھنے
تھے۔ خود فقہاء کے زمرہ میں ایسے لوگوں کی کمی نہ تھی جو فقہ کے ساتھ تفسیر اور دوسرے
ویسے ہی دلچسپی رکھتے تھے۔ واقعہ یہ ہے کہ اس دور کے علماء کو آج کی طرح فنون کے الگ
میں تقسیم نہیں کیا جاسکتا۔ ان میں بیک وقت مختلف علوم کے ماہرین اور متنوع
لکھنے والے پائے جاتے تھے۔ پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ حدیث و فقہ، تاریخ و سوانح
فلسفہ، نحو و صرف اور شعر و ادب کو اپنی تحریروں کا موضوع بناتے اور ام الکتاب کی
میں اپنے قلم کو حرکت نہ دیتے۔ حقیقت یہ ہے جیسا کہ آئندہ تفصیل سے واضح ہوگا کہ
اس فن میں بھی پوری دلچسپی دکھائی۔ اور اس کے مختلف پہلوؤں پر کتابیں تصنیف
اس دور میں تفسیر نگاری کی مقبولیت اس سے بھی واضح ہوتی ہے کہ بعض سلاطین
میں خاص طور پر دلچسپی کا مظاہرہ کیا۔ خود ان کی ایما پر بعض تفسیریں لکھی گئیں اور
نام معنون کی گئیں۔ فن تفسیر اور تفسیر نگاری سے رغبت کے نتیجہ میں اس دور میں تفسیر
کا ایک ایسا معتدبہ ذخیرہ وجود میں آیا جس میں قدیم تفسیروں پر شروح و حواشی اور مبسوط
دونوں شامل ہیں۔ اس سے اہم یہ کہ اس دور کے تفسیری ذخیرہ میں ایسی منفرد تصنیفات
ہیں جن میں قرآنی آیات کی تشریح و ترجمانی کسی ایک خاص پہلو سے کی گئی ہے۔ مثلاً کسی
آیات پر زور دیا گیا ہے تو کسی میں مسائل فقہ کو موضوع بحث بنایا گیا ہے اور کسی
لسانی خوبیوں کو نمایاں کیا گیا ہے۔[2] انداز بیان اور موضوع بحث میں تنوع کے علاوہ اس

---

[1] اس موضوع پر تفصیل کے لئے ملاحظہ کیجئے راقم کا مضمون "عہدِ سلطنت کے فقہی لٹریچر کا ایک جائزہ" برہان (دھلی) فروری و مارچ ۱۹۸۵ء

[2] مثال کے طور پر نظم قرآن و آیات میں ربط کی وضاحت کے لئے دیکھئے مخدوم علی مہائمی کی تبصیر الرحمٰن المنان اور محمد بن احمد میانجی کی تفسیر محمدی، احکام شرعی و فقہی مسائل پر بحث کے لئے ملا جیون کی تفسیرات احمدیہ اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی کی تفسیر مظہری، فلسفیانہ و متکلمانہ مباحث کے لئے
(بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

کی ایک اور خصوصیت ہے کہ یہ عربی و فارسی دونوں میں ہے۔[3] اس زمانہ کی بابت بعض حلقوں
عام طور پر یہ تاثر دینے کی کوشش کی جاتی ہے کہ علماء نے عام علمی ماحول اور رائج الوقت
انداز فکر کے دینی و مذہبی تصنیفات کے لئے روایتی طور پر عربی زبان کو اختیار کیا اور
اظہار کے لئے فارسی کو ترجیح نہ دیا جو وقت کا ایک اہم تقاضا تھا۔ لیکن اس دور میں
لکھی جانے والی تفسیروں میں فارسی تفسیروں کی ایک اچھی خاصی تعداد ملتی ہے جس سے یقیناً مذکورہ
کی تردید ہوتی ہے۔ عہد وسطیٰ کی ان فارسی تفسیروں میں بعض انفرادی خصوصیات کی حامل ہیں اور
ضرورت ہے کہ ان کا تفصیلی اور گہرائی کے ساتھ مطالعہ کیا جائے۔ لیکن اس سے پہلے مناسب
ہے کہ ان جملہ فارسی تفسیروں کا ایک تعارفی جائزہ لیا جائے جو عہد وسطیٰ کے ہندوستان
میں لکھی گئیں اور وہ کسی بھی حیثیت سے ذکر کے قابل ہیں۔ اس سے کم از کم ہندوستان میں
بالخصوص فارسی تفسیر نگاری کے ارتقاء کو سمجھنے میں مدد ملے گی اور مذہبی علوم کے میدان میں
علماء کے کارناموں پر مزید روشنی پڑے گی۔

ہندوستان میں فارسی تفسیر نگاری کی ابتداء آٹھویں صدی ہجری کے نصف آخر میں ہوئی۔
فارسی تفسیروں میں محمد بن احمد خواجگی (متوفی ۸۵۹ھ) کی بحر المعانی شمار کی جاتی ہے۔[4] مولف

(پچھلے صفحہ کا بقیہ) احمد خواجگی کی بحر المعانی، تصوف کی اصطلاح میں آیات قرآنی کی تشریح و تعبیر کے لئے
[...] طاہر بن یوسف سندی کی مجمع البحرین اور شیخ نظام الدین تھانیسری کی تفسیر نظامی، لغوی و معنوی بحث و
[...] کے لئے قاضی شہاب الدین دولت آبادی کی بحر مواج، صنعت اہمال کی مہارت کے لئے ابوالفیض
[فیضی] کی سواطع الالہام اور نہایت شرح و بسط کے ساتھ آیات قرآنی کی تشریح کے لئے تفسیر تاتارخانی اور صفی بن
[...] فردی کشمیری کی زیب التفاسیر (مشتمل بر متعدد مجلدات)

[3] ہندوستان میں عربی تفسیر نگاری کے ایک مفصل جائزہ کے لئے ملاحظہ کیجئے ڈاکٹر سالم قدوائی، ہندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفسیریں، مکتبہ جامعہ، نئی دھلی، ۱۹۷۳ء

[4] [...] انسائیکلوپیڈیا (دائرہ معارف اسلامیہ) کے مقالہ نگار نے عربی تفسیر "غرائب القرآن و رغائب الفرقان" [...] یہ امکان ظاہر کیا ہے کہ اس کی تکمیل (۷۳۰ھ) ہندوستان (دولت آباد) میں ہوئی اور یہ صراحت بھی [...] ہے کہ اس میں آیات کا فارسی ترجمہ بھی موجود ہے اور اس طرح یہ تاثر دینے کی کوشش بھی کی ہے کہ یہ ہندوستان [...] پہلا فارسی ترجمہ قرآن ہے لیکن کسی اور ذریعہ سے یہ ثبوت فراہم نہیں ہو پایا کہ یہ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحے پر)

© rasailojaraid.com

مذہبی علوم کے علاوہ فلسفہ وکلام کے بھی ماہر تھے۔ عمر کا زیادہ حصہ دھلی میں بسر ہوا۔ تیمور کے حملہ کالپی منتقل ہو گئے تھے اور وہیں ان کی وفات ہوئی[۱] ۔ یہ تفسیر مختصر انداز میں لکھی گئی ہے اور آیات میں کلامی رنگ نمایاں ہے ۔ بعض جدید اسکالروں نے اسے فضل بن حسن طبرسی کے مجمع البیان کا خلاصہ بتایا ہے ۔ اس کا ایک قلمی نسخہ خدابخش اورنٹیل پبلک لائبریری پٹنہ میں محفوظ ہے[۲] ۔ زمانہ تصنیف کے لحاظ سے بحر المعانی کو یقیناً اولیت حاصل ہے لیکن اس نے وہ مقبولیت نہ پائی جو مولانا خواجگی کے شاگرد قاضی شہاب الدین دولت آبادی کی تفسیر بحر مواج کو حاصل ہوئی ۔ قاضی شہاب الدین دولت آبادی (متوفی ۸۴۸ھ / ۱۴۴۵ء) اپنے دور کے ممتاز علماء میں سے تھے ۔ فقہ میں انھیں خاص مہارت حاصل تھی ۔ فتاوی ابراہیم شاہی کی تالیف انھیں سے منسوب کی جاتی ہے ۔ سلطان ابراہیم شاہ مشرقی (۱۴۰۱ — ۱۴۴۰ء) نے علم اور فضیلت کی وجہ سے انھیں ملک العلماء کے خطاب سے نوازا اور جونپور کا قاضی القضاۃ مقرر کیا ۔ بحر مواج ایک بسیط اور مفصل تفسیر ہے جو تین ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے اور سلطان ابراہیم شاہ کے نام معنون ہے ۔ اس تفسیر میں قرآن کے معانی و مطالب کی وضاحت کرتے وقت لغوی ذکر بھی کی گئی ہے اور آیات سے اخذ ہونے والے فقہی مسائل پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے ۔ یہ تفسیر زبان وبیان کی خوبیوں سے بھی معمور ہے ۔ مولف نے اپنے ماخذ کے طور پر جن تفسیروں کا ذکر کیا ہے ...

(پچھلے صفحہ کا بقیہ حاشیہ) تفسیر ہندوستان میں لکھی گئی ۔ (دیکھئے دائرہ معارف اسلامیہ، دانش گاہ پنجاب لاہور ۱۹۵۹ء ، جلد ۴ ، (مادہ تفسیر) ص ۵۲۱)

۱ سید مرتضیٰ حسین نے اپنے مضمون "برصغیر میں علماء امامیہ کی تفسیریں" میں مولانا خواجگی کے بارے میں لکھا ہے کہ یہ نظام شاہ دکنی کے زمانہ میں وارد ہند ہوئے اور بیجاپور میں قیام کیا (مجلہ توحید، سہ ماہی ... اپریل ۱۹۸۵ء ص ۱۵۹) جب کہ تذکرہ نگاروں کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان کی پیدائش دہلی میں ہوئی ۔ دیکھئے رحمان علی خاں ، تذکرہ علماء ہند ، نولکشور ۱۹۱۴ء ، ص ۵۸ ، سید عبد الحی ... حیدر آباد ۱۹۵۱ء ، الجزء الثالث ، ص ۶۳ - ۶۴

۲ دیکھئے فہرست عربی وفارسی ، مخطوطات اورنٹیل پبلک لائبریری جلد ۱۴ ، ص ۲۷ (۱۱۵۲)

۳ ان کے مفصل حالات کے لئے دیکھئے شیخ عبد الحق محدث دہلوی ، اخبار الاخیار ، مطبع محمدی دھلی ۱۲۸۳ھ فقیر محمد جہلمی ، حدائق الحنفیہ ، نولکشور ، ۱۹۰۶ء ، ص ۳۱۹ ، تذکرہ علماء ہند محولہ بالا ۔ ص ۸۸

... ابن عربی ، مدارک التنزیل ، کشاف ، تفسیر کبیر اور تفسیر ابو اللیث سمرقندی خاص اہمیت کی حامل ہیں ... کے متعدد قلمی نسخے مولانا آزاد لائبریری (مسلم یونیورسٹی علی گڑھ) میں دستیاب ہیں[۱] ۔ اس کے علاوہ اس تفسیر کے مخطوطات انڈیا آفس لائبریری ، لندن ، ایشیاٹک سوسائٹی ، بنگال ، آصفیہ لائبریری حیدر آباد اور خدابخش لائبریری میں بھی پائے جاتے ہیں[۲] ۔ یہ تفسیر لکھنؤ سے ۱۲۹۷ھ میں شائع ہو چکی ہے ۔

فارسی کی تیسری معروف تفسیر حکیم فتح اللہ شیرازی (متوفی ۹۹۷ھ / ۱۵۸۸ء) کی تالیف کردہ ہے ... سولہویں صدی عیسوی کے مشہور شیعی عالم تھے ۔ یہ علی عادل شاہ بیجاپوری کی کوششوں سے بیجاپور آئے اور ان کی وفات کے بعد آگرہ منتقل ہو گئے ۔ اکبر کے دربار میں انھیں کافی عزت حاصل ہوئی ۔ اور صدر اور دوسرے عہدے انھیں تفویض کئے گئے ۔ تذکرہ نگار عام طور پر ان کا ذکر بغیر کسی نام کے کرتے ہیں[۳] ۔ صاحب نزہتہ الخواطر نے اس کا نام منہج الصادقین بتایا ہے ... لیکن آصفیہ لائبریری کے فہرست نگار نے اس تفسیر کو فتح اللہ کاشانی سے منسوب کیا ہے[۵] ۔ ... یہ تفسیر شیعی نقطۂ نظر کی ترجمانی کرتی ہے ۔ منہج الصادق کے قلمی نسخے مولانا آزاد لائبریری ... لائبریری میں محفوظ ہیں[۶] ۔ سید عبد الحی[۷] اور پروفیسر ایم ۔ اے ۔ شوشتری[۸] نے عبد الرحیم خانخاناں ... زادی اور شاہزادہ دانیال کی بیوی جاناں بیگم سے ایک فارسی تفسیر کی تالیف منسوب کی ہے

ملاحظہ کیجئے حبیب گنج کلکشن ، فارسیہ تفسیر $\frac{۳}{۲۱،۱۶}$ ، سبحان اللہ کلکشن $\frac{۲۹۷،۱۱۲}{۲۰۱}$ ، یونیورسٹی ضمیمہ ۶ ...

فہرست مخطوطات فارسی ، انڈیا آفس ، مرتبہ ایتھ ع ۲۶۷۹ ، فہرست مخطوطات فارسی ایشیاٹک سوسائٹی مرتبہ ایوانو ، ع ۹۵۸ ، فہرست مخطوطات عربی ، فارسی واردو ، آصفیہ لائبریری حیدر آباد ۱۹۰۰ء جلد اول ع ۵۶۲

فہرست خدابخش لائبریری جلد ع ۱۴ ، ع ۱۱۱۷

حدائق الحنفیہ ، ص ۴۰۶ ، تذکرہ علماء ہند ، ص ۱۶۰

نزہتہ الخواطر ، الجزء الرابع ص ۲۵۴ ، ۲۵۵

فہرست آصفیہ ، جلد اول ۔ ص ۵۶۸

سبحان اللہ کلکشن ، $\frac{۲۹۷،۱۱۲}{۱۶}$ ، فہرست آصفیہ محولا بالا ، جلد اول ، ص ۵۶۸

نزہتہ الخواطر ، الجزء الخامس ، ص ۱۲۲ - ۱۲۳

آؤٹ لائن آف اسلامک کلچر ، بنگلور ، ۱۹۵۴ء ، ص ۵۵۹

© rasailojaraid.com
© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیکن اس کا ذکر اور کسی ماخذ میں نہیں ملتا۔

مغلوں نے ہندوستان میں تین صدیوں سے زیادہ تک حکومت کی۔ ان کے دور حکومت میں سترہویں صدی کو سیاسی و تمدنی دونوں حیثیتوں سے نمایاں مقام حاصل ہے۔ اسی عرصہ میں ت… اہم مغل بادشاہ (جہانگیر، شاہجہاں اور اورنگ زیب) جلوہ آرائے سلطنت ہوئے۔ ان ک… دور میں سیاسی و انتظامی شعبوں کی توسیع کے علاوہ علوم و فنون کی اشاعت وسیع پیمانہ پر ہوئی دیگر مذہبی علوم کے ساتھ فنِ تفسیر کو بھی رواج عام ملا۔ اس کا بین ثبوت اس زمانہ کی مختلف تفسیری کتب سے ملتا ہے۔ اس عرصہ میں خاص طور سے فارسی تفسیر نگاری کو مقبولیت ملی اور اس علم میں ملوک و امراء کی دلچسپی بھی اسی دور کی خاص پیداوار ہے۔ اس سے فارسی تفسیر نگاری کو مزید وسعت و ترقی ملی۔

سولہویں صدی کی پہلی فارسی تفسیر جہانگیر کے عہدِ حکومت میں ۱۶۰۷ء میں نواب مرتضیٰ سید فرید بخاری (متوفی ۱۰۲۵ھ/۱۶۱۶ء) کے حکم سے لکھی گئی۔ اس کے مولف شیخ زین العابد… شیرازی تھے اور یہ تفسیر مرتضوی کے نام سے معروف ہوئی۔ نواب مرتضیٰ خاں اکبر و جہانگیر کے قریبی امراء میں تھے اور میر بخشی اور گجرات کے گورنر جیسے اہم عہدوں پر فائز ہونے کے ساتھ نواب مرتضیٰ علم دوست تھے اور علم کی اشاعت میں کافی دلچسپی رکھتے تھے۔[1] اس کے کسی قلمی نسخہ کا کہ… سراغ نہیں مل سکا نہ مولف کے بارے میں تفصیلی حالات فراہم ہو پائے ہیں۔ الثقافۃ الاسلا… فی الہند کے مصنف نے جہانگیر کی ایما پر لکھی جانے والی ایک فارسی تفسیر کا ذکر کیا ہے۔ ال… کے بیان کے مطابق اس کے مولف شیخ نعمت اللہ بن عطا نارنولوی فیروزپوری تھے اور ان کی تالیف تفسیر جہاں گیری کے نام سے موسوم ہوئی۔ لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ صاحب الثقافہ نے اس کا سن تالیف ۱۰۷۲ھ/۱۶۶۲ء ذکر کیا ہے[2] جو یقینی طور پر اورنگ زیب کا ابتدائی عہد حکو… تھا۔ کسی معاصر ماخذ یا فہرست مخطوطات میں تفسیر جہانگیری کا کوئی حوالہ نہیں ملتا۔

عہد جہانگیری کی مذکورہ تفسیروں کے علاوہ جن کے مخطوطات کی بابت کوئی قطعی ثبوت نہیں…

---

1. نزہۃ الخواطر، الجزء الخامس، ص ۴۰۱، ۴۰۳-۴۰۴ - مزید تفصیل کے لئے دیکھئے عبدالمجید سالک: مسلم ثقافت ہند… میں، لاہور ص ۲۵۹ - ۲۶۰
2. سید عبدالحئی - الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند، دمشق، ۱۹۵۸ء، ص ۱۶۵

…ہے۔ اس دور کی سب سے معروف فارسی تفسیر شیخ نظام الدین بن عبدالشکور تھانیسری (متوفی …۱۰۲۴ھ) کی تفسیر نظامی ہے۔[1] مولف علوم نقلیہ و عقلیہ کے جامع تھے۔ بالخصوص فقہ میں …دلچسپی رکھتے تھے۔ تصوف میں شیخ جلال تھانیسری کی صحبت سے فیض یافتہ تھے۔ معاصر …کی ناراضگی کی وجہ سے ہندوستان چھوڑ کر بلخ سکونت اختیار کی اور وہیں ان کی وفات ہوئی …نگاروں کے برخلاف سواطع الانوار کے مصنف (محمد اکرم بن شیخ محمد علی) نے ان کی تفسیر کا …القدس ذکر کیا ہے۔ اس تفسیر میں متصوفانہ عقائد و خیالات کی جھلک جابجا دکھائی دیتی ہے۔ …کے بیان کے مطابق تفسیر نظامی کا ایک مخطوطہ انڈیا آفس لائبریری میں محفوظ ہے جو آخری …تفسیر پر مشتمل ہے۔[2] لیکن انڈیا آفس کے مشہور فہرست نگار ایتھ کے یہاں اس کا کوئی …نہیں ملتا۔

عہد شاہجہانی کی فارسی تفسیروں میں تفسیر شاہ قابلِ ذکر ہے۔ یہ شاہ محمد بن عبد محمد (متوفی ۱۰۷۲ھ …) کی تالیف کردہ ہے۔ اس تفسیر کی تکمیل ۱۰۵۷ھ/۱۶۴۷ء میں ہوئی۔ مولف قادری سلسلہ کے …بزرگوں میں سے تھے۔ ۱۶۱۷ء میں یہ اپنے وطن بدخشاں سے ہندوستان منتقل ہوئے۔ پہلے …میں قیام رہا پھر بعد میں کشمیر میں سکونت اختیار کی۔ دارا شکوہ اور جہاں آرا ان سے گہری عقیدت …تھے۔ یہ لسان اللہ کے لقب سے معروف تھے۔[3] یہ تفسیر اسٹوری کی صراحت کے مطابق جزوی طور پر …جزوی طور پر فارسی ہے۔[4] لیکن ایشیاٹک سوسائٹی بنگال اور خدابخش لائبریری کے فہرست نگاروں …بیان سے اس کا مکمل طور سے فارسی ہونا ظاہر ہوتا ہے۔[5] ڈاکٹر سالم قدوائی صاحب نے …عربی تفاسیر کے زمرہ میں شامل کیا ہے۔[6] مولف نے سن تالیف کی تخریج کی آسانی کے لئے اسے

---

1. اخبار الاخیار، ص ۱۴۲، تذکرہ علماء ہند، ص ۲۴۱، حدائق الحنفیہ ص ۴۰۱-۴۰۲، نزہۃ الخواطر، الجزء الخامس ص ۴۱۸-۴۱۹
- اسٹوری، پرشین لٹریچر ۱۹۷۰ء، جلد اول، حصہ اول، ص ۱۸
2. پرشین لٹریچر جلد اول ص ۱۸
3. نزہۃ الخواطر الجزء الخامس، ص ۱۶۴
4. پرشین لٹریچر جلد اول ص ۱۹
5. ایوانو، فہرست مخطوطات فارسی، ص ۴۷-۴۸ (۹۶۹)، فہرست مخطوطات عربی و فارسی اورینٹل پبلک لائبریری
6. ہندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفسیریں، بحوالہ بالا ص ۱۱۴ - ۱۱۵

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

شاہ تفاسیر کے نام سے بھی موسوم کیا ہے جیسا کہ اس مصرعہ سے واضح ہوتا ہے "تفسیر شاہ ... آمد ؛ گفت این دل من شاہ تفاسیر بگو"[1] اس کے مخطوطات ایشیاٹک سوسائٹی، خدا ... لائبریری اور رضا لائبریری رام پور میں پائے جاتے ہیں۔ ان میں قدیم ترین ایشیاٹک سوسائٹی کا ... صدی ہجری کا کتابت شدہ ہے۔

عہد شاہجہانی کی ایک اور فارسی تفسیر علی رضا شیرازی کی ہے۔ مولف ایک سہندار ... عالم تھے آخر عمر میں شیراز منتقل ہو گئے تھے اور وہیں ۱۰۸۵ھ کے لگ بھگ ان کی وفات ... اس تفسیر میں شیعی عقائد وخیالات کی ترجمانی ملتی ہے۔ کسی فہرست مخطوطات میں اس کا حوال... مل پایا۔

اورنگ زیب عالمگیر کے دور حکومت میں دیگر مذہبی علوم وفنون کے ساتھ علم ... فروغ حاصل ہوا جس میں بادشاہ کی ذاتی دلچسپی وتوجہ کو خاص دخل تھا۔ اس دور میں ... کے علاوہ متعدد فارسی تفاسیر بھی لکھی گئیں۔ خود بادشاہ کی اکابر محمد امین صدیقی علوی نے ایک ... مرتب کی جو تفسیر امینی کے نام سے معروف ہوئی۔ اس کا ایک قلمی نسخہ آصفیہ لائبریری، حید... میں دستیاب ہے[3]۔ اس دور کی دوسری اہم فارسی تفسیر نعمت عظمیٰ ہے جو اورنگ زیب ... نام معنون ہے اس کے مولف مشہور واقعہ نگار مرزا نورالدین ملقب بہ نعمت خان عالی ... ۱۱۲۱ھ / ۱۷۰۹ء) تھے۔ یہ تفسیر ۱۷۰۳ء میں مکمل ہوئی اور یہ دو حصوں میں منقسم ... اول ۱۶ سورتوں کی تفسیر پر مشتمل ہے اور حصہ دوم میں باقی ۹۸ سورتوں کی تشریح وتوضیح پیش ... ہے۔ مولف نے اس میں لغوی ونحوی بحثوں کے ضمن میں جابجا عربی اشعار نقل کئے ہیں۔ ... ایک مخطوطہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے کرزن کلکشن میں محفوظ ہے[4]۔ عہد عالمگیری کی ا... معروف فارسی تفسیر ایک گجراتی فقیہ محمد بن جعفر حسینی (متوفی ۱۱۱۱ھ / ۱۶۹۹ء) کی تالیف...

[1] الونو، محولہ بالا۔ ص ۱۷۰-۱۷۱

[2] مجلہ توحید، محولہ بالا، ص ۱۵۸

[3] فہرست مخطوطات عربی وفارسی، جلد اول، ص ۵۶۲ (د ۱۶۵)

[4] فہرست مخطوطات فارسی، کرزن کلکشن (مرتبہ الونو) کلکتہ ۱۹۲۶ء، ص ۲۲۷ (د ۲۴۶) مزید تفصیل کے ... اسٹوری پرشین لٹریچر جلد اول، حصہ اول ص ۱۹-۲۰ اردو انسائیکلو پیڈیا ص ۵۳۳

... یہ تفسیر معروف ذخیرہ مخطوطات میں دستیاب نہیں ہوسکی۔

اورنگ زیب کے عہد کی سب سے مشہور اہم فارسی تفسیر زیب التفاسیر ہے جسے صفی بن ولی ... قزوینی کشمیری نے شہزادی زیب النساء کی فرمائش پر تالیف کیا۔ یہ ایک نہایت مبسوط تفسیر ہے جو ... جلدوں پر مشتمل ہے۔ اس کی پانچویں جلد میں جس کا مخطوطہ برٹش میوزیم میں محفوظ ہے[3]۔ سورہ ... انعام تا سورہ یوسف کی تفسیر بیان کی گئی ہے۔ اس سے بخوبی یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ اس کی ... جلدیں اور رہی ہوں گی۔ اس جلد کا سن تالیف ۱۰۸۱ھ / ۱۶۷۰ء ہے۔ ایک دوسری ... (انیس الحجاج) میں مولف کی اپنی وضاحت کے مطابق اس کی آخری جلد ۱۰۸۷ھ / ۱۶۷۷ء میں ... ہوئی۔ الثقافۃ الاسلامیہ فی الہند کے مصنف نے اسے امام رازی کی تفسیر کبیر کا فارسی ترجمہ قرار ... دیا ہے لیکن اس کی موجودہ جلد کا حجم دیکھتے ہوئے یہ بات قرین قیاس نہیں معلوم ہوتی کہ ... اس کا ترجمہ اتنی جلدوں میں پھیلا ہوا ہوگا۔ دوسرے بعض جدید اسکالروں نے واضح طور پر زیب التفاسیر ... بیان کئے ہیں جن میں تفسیر نیشاپوری، تفسیر فخرالدین رازی، تفسیر کشاف تفسیر بیضاوی اور ... واح شامل ہیں[7]۔ اس سے بھی یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ ایک فارسی ترجمہ نہیں بلکہ ایک مستقل تفسیر ... کی تالیف میں متعدد قدیم تفاسیر سے استفادہ کیا گیا ہے۔ اس تفسیر کی پانچویں جلد کا قلمی ... برٹش میوزیم کے علاوہ بوڈلین لائبریری میں بھی دستیاب ہے[5]۔ لیکن برٹش میوزیم کا نسخہ مولف ... زمانہ کا ہے یہ ۱۰۸۱ھ کا کتابت کردہ ہے اور جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا اس کی تکمیل اسی سال عمل ... میں آئی تھی۔

نزہۃ الخواطر الجز السادس، ص ۲۵۷، الثقافۃ الاسلامیہ ص ۱۶۵

مولف کے حالات وکارناموں کے لئے دیکھئے شاہ معین الدین ندوی کا مضمون "انیس الحجاج" معارف دارالمصنفین اعظم گڑھ جلد ۹۳، جنوری ۱۹۶۴ء، ص ۵، ۲۵

فہرست مخطوطات فارسی (مرتبہ ریو) جلد سوم، ص ۹۸۰ (ع آر ۱۶۸۶)

انیس الحجاج، نقل ۹۳، ریسرچ لائبریری شعبہ تاریخ مسلم یونیورسٹی، ورق الف

الثقافۃ الاسلامیہ محولہ بالا ص ۱۶۵

مجلہ توحید محولہ بالا ص ۱۵۹

فہرست مخطوطات فارسی، ترکی، پشتو، بوڈلین لائبریری (مرتبہ ایتھ) ص ۱۰۲۲ (د ۱۸۱۰)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

یہ تھا عہدِ وسطیٰ کے ہندوستان کے معروف واہم فارسی تفسیروں کا ایک اجمالی جا

اس کے علاوہ یہ بات بھی ذہن نشین رکھنی چاہیئے کہ اس دور میں اس فن سے دلچسپی رکھنے وا

کچھ ایسے علماء بھی تھے جنہوں نے مکمل قرآن کے بجائے کسی ایک یا چند منتخب سورتوں کی تر

ورجمانی فارسی میں پیش کی اور اس سے متعلق مختصر کتابیں یا رسائل تحریر کئے۔ یہ جزوی تفسیر

اپنی الگ اہمیت رکھتی ہیں اور انھیں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ اس نوع کی تفسیروں میں قابلِ ذکر

بہاء بن محمد نبیرہ حمید الدین ناگوری) کی تفسیر سورہ والضحیٰ موسوم بہ مصباح العاشقین، شیخ جلال

(متوفی ۱۵۸۳ء) کی تفسیر سورہ والتین، سلطان سید خواجگی حسینی کی تفسیر سورہ واقعہ (تکمیل ۱۶۷۲

اور ملا خیر محمد پشاوری کی اسرار الفاتحہ ہے۔ مزید براں اس دور میں مختلف علوم وفنون کی کتابوں پر

وحواشی لکھنے کا عام رواج تھا۔ حدیث، فقہ، اصول فقہ، منطق وفلسفہ کی قدیم تصنیفات

طرح تفسیر کی قدیم کتابوں کی بھی متعدد شروح اور ان پر حواشی لکھے گئے۔ ان شروح وحوا

کے لئے بالعموم ان تفسیروں کو منتخب کیا گیا جو داخل نصاب تھیں۔ مثلاً جلالین وکشا

بیضاوی اور مدارک وغیرہ۔

ان شواہد کی روشنی میں بجا طور پر کہا جا سکتا ہے کہ عہدِ وسطیٰ کے ہندوستان میں

مذہبی علوم کے ساتھ فن تفسیر میں بھی کافی دلچسپی لی گئی اور تصنیفی وتالیفی کارنامے انجام دیئے

جو آج بھی لائق استفادہ ہیں۔ مزید براں یہ بات بھی بخوبی واضح ہوتی ہے کہ اس موضوع پر اظہار خیا

کے لئے عربی کے علاوہ فارسی کو بھی اختیار کیا گیا تاکہ استفادہ کا دائرہ وسیع ہو سکے۔ اس

میں علم تفسیر کی ترقی وتوسیع کے ثبوت کے لئے یہ ذکر کافی ہے کہ قرآن کے معانی ومطالب

کرنے کے لئے نہ صرف یہ کہ خالص تفسیر کی کتابیں لکھی گئیں بلکہ متعلقہ علوم وفنون کو بھی تصنی

کا موضوع بنایا گیا۔ مثال کے طور پر قرآن کے مشکل الفاظ کی تشریح کے لئے مخصوص لغت

کئے گئے۔ فن تفسیر کے اصول ومبادی اور ناسخ ومنسوخ کے موضوعات پر مستقل کتابیں

گئیں، قرآن کی آیات کو مطالب وموضوعات کے اعتبار سے کتابی صورت میں جمع کیا گیا۔ ا

کی تخریج کے لئے باقاعدہ انڈکس تیار کیا گیا۔ اس سلسلے میں تفصیل میں جائے بغیر ایک

فارسی انڈکس کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے۔ جو ہادیہ قطب شاہی کے نام سے معروف

۱۔ برٹش میوزیم (جلد اول ص۱۱۳ نمبر ایڈ ۷۶۰۰) کے بعض نسخوں میں اس کا نام بدیہ (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ

اسے محمد عبداللہ کربلائی نے ۱۰۴۵ھ / ۱۶۳۶ء میں تیار کر کے دکن کے سلطان عبداللہ قطب شاہ (۱۰۳۵ھ / ۱۰۸۳ھ) کے نام معنون کیا۔ اس کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ دو حصوں میں منقسم ہے۔ پہلے حصے میں آیات قرآنی کو ابتدائی الفاظ کے اعتبار سے جمع کیا گیا ہے اور دوسرے میں آخری الفاظ کے مطابق انھیں اکٹھا کیا گیا ہے۔ اس طرح کوئی بھی آیت اپنے ابتدائی یا آخری لفظ کے ذریعہ معلوم کی جا سکتی ہے۔ پورا انڈکس حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دیا گیا ہے۔

فارسی تفاسیر اور متعلقہ علوم کی ان کتابوں کی موجودگی میں قطعی طور پر کہا جا سکتا ہے کہ عہد وسطیٰ میں تفسیر کے میدان میں تصنیفی وتالیفی کاموں کے لئے فارسی کو نظر انداز نہیں کیا گیا۔ فارسی زبان میں ان تفسیری کارناموں سے کسی شک وشبہے کے بغیر اس خیال کی تردید ہوتی ہے کہ اس دور میں علمی وسرکاری زبان ہونے کے باوجود فارسی میں تفسیر وترجمہ کا رواج نہیں کے برابر تھا اور جب شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا فارسی ترجمہ سامنے آیا تو علماء نے اس کے خلاف ہنگامہ برپا کیا۔[1]

پچھلے صفحہ کا بقیہ: قطب شاہی لکھا ہوا ہے جو زیادہ صحیح معلوم ہوتا ہے۔ نیز دیکھئے فہرست مخطوطات فارسی انڈیا آفس لائبریری ۸۲۴ء۔ اس کے مخطوطات خدا بخش لائبریری آصفیہ لائبریری اور ناصریہ لائبریری لکھنؤ میں بھی محفوظ ہیں۔ ڈاکٹر سالم صاحب کی تحقیق کے مطابق، اس کے بھی بعض قلمی نسخے عربی اور بعض فارسی میں دستیاب ہیں اس لئے انھوں نے اس سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ یہ اصلاً عربی میں تیار کیا گیا تھا اور بعد میں فارسی میں اس کا ترجمہ کیا گیا (ہندوستانی مفسرین اور ان کی عربی تفسیریں، ص۲۲۶)

۱۔ سید صباح الدین عبدالرحمٰن صاحب عہد وسطیٰ کے علماء کے تالیفی وتصنیفی کارناموں کا جائزہ لیتے ہوئے رقمطراز ہیں "...... اور یہ دیکھ کر دکھ ہوتا ہے کہ اگرچہ مسلمانوں کی زبان فارسی رہی مگر اس زبان میں کلام پاک کا ترجمہ مسلمانوں کی حکومت قائم ہونے کے بعد ایک عرصہ دراز تک نہ ہوا اور جب شاہ ولی اللہ کا فارسی ترجمہ لوگوں میں عام ہونے لگا تو کم سواد علماء نے اس کے خلاف شورش برپا کی۔ گویا اسلام کو سمجھنے وسمجھانے کا حق صرف اپنے تک محدود رکھنا چاہتے تھے۔" (ہندوستان کے سلاطین وعلماء ومشائخ کے تعلقات پر ایک نظر، دارالمصنفین اعظم گڑھ، ۱۹۸۰ء ص۶۵)

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مولانا حمید الدین فراہیؒ کی جائے پیدائش اور ان کی نسبت فراہی

ڈاکٹر شرف الدین اصلاحی

اس امر میں کوئی اختلاف نہیں کہ مولانا فراہی کی جائے پیدائش بھارت صوبہ یوپی (موجودہ اترپردیش) ضلع اعظم گڑھ کا ایک گاؤں پھریہا ہے[۱]۔ البتہ پھریہا کے املا اور تلفظ میں قدرے اختلاف پایا جاتا ہے بلکہ اختلاف کی بجائے تنوع کہنا زیادہ صحیح ہوگا۔ مختلف لکھنے والوں نے اسے مختلف طریقوں سے لکھا ہے ان میں سے چند یہ ہیں۔

پھریہا، پھریہہ، پھر یا پھربا، فریہ۔

لیکن اس کا معیاری تلفظ اور املا پھریہا (Pharīha) ہی ہے۔ پھریہا ریلوے اسٹیشن پر بھی اردو اور انگریزی میں اس کا نام یوں ہی لکھا ہوا ہے۔ اعظم گڑھ کے پڑھے لکھے لوگ یوں ہی بولتے اور لکھتے ہیں۔ البتہ دیہات کے لوگ اپنے مقامی لہجے میں پھریہاں، یا پھریہیں کہتے سنائی دیتے ہیں جسے ایک نا واقف بمشکل ہی سمجھ سکتا ہے۔ سرکاری کاغذات میں کس طرح لکھا جاتا رہا ہے معلوم نہیں ہوسکا۔

پھریہا اعظم گڑھ شہر کے مغرب میں کوئی بارہ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس کے مشرق میں رانی کی سرائے، مغرب میں سرائے میر، شمال میں نظام آباد اور جنوب میں محمد پور کے قصبات ہیں۔ سرائے میر سے اس کا فاصلہ سات میل ہے۔ اس کے حدود اربعہ میں، سو دو سو میل کی دوری پر، بڑے شہر لکھنؤ، بنارس اور الہ آباد ہیں۔ باہر سے جانے والوں کے لئے مین لائن کا قریب ترین ریلوے اسٹیشن شاہ گنج ہے جو ضلع جون پور کا حصہ ہے اور اعظم گڑھ ضلعے کی مغربی سرحد پر واقع ہے۔ شاہ گنج سے چھوٹی لائن پھول پور، سرائے میر اور پھریہا ہوتی ہوئی اعظم گڑھ جاتی ہے۔ پھریہا خود بھی ریلوے اسٹیشن ہے اور چھوٹی لائن کی تمام گاڑیاں یہاں ٹھہرتی ہیں۔

پھریہا ضلع کا ایک مشہور گاؤں ہے[۲] اپنی آبادی اور رقبے کے اعتبار سے اس کا شمار اس ضلع کے چند بڑے گاؤں میں ہوتا ہے۔ یہ ضلعے کا تیسرا سب سے بڑا گاؤں ہے اس کے کئی محلے ہیں ۔۔۔ ی ہزار گھروں اور دس ہزار نفوس پر مشتمل ہے۔

پھریہا کی معلوم تاریخ بس اس قدر ہے کہ یہ شبلی کا ننھیال اور فراہی کا وطن ہے۔ یہ گاؤں کب سے ۔۔۔ اور اسے یہ نام کب دیا گیا؟ اس کا بھی علم نہیں۔ سجاد صاحب سے اس کا ذکر آیا تو انھوں نے برجستہ کہا: یہ معلوم ہے کہ افغانستان میں ایک مقام فرحا ہے۔ وہاں سے پٹھانوں کا ایک خاندان کسی زمانے میں ہجرت کر کے ہندوستان آیا۔ اس خاندان کے کچھ لوگ محمد پور میں آباد ہو گئے کچھ یہاں پھریہا میں بس گئے۔ انھوں نے اس بستی کا نام فرحا رکھا جو بعد میں بگڑ کر پھربا اور پھریہا ہوگیا۔ اس بستی کے اصل اور قدیم باشندے یہی پٹھان لوگ ہیں۔ انصاریوں کا خاندان (جس سے مولانا فراہی کا تعلق ۔۔۔) بعد میں آکر آباد ہوا۔[۳]

معلوم ہوتا ہے کہ مولانا فراہی کے خاندان میں پھریہا کی نسبت یہ بات خاصی مشہور تھی کہ اس کا اصل فرحا ہے۔ ورنہ سجاد صاحب یوں بے ساختہ اس کا اظہار نہ کرتے۔ نیز خاندان کے بزرگ فرحاوی ۔۔۔ فرحوی کی نسبت استعمال نہ کرتے۔

ندوۃ العلماء لکھنؤ کے کتب خانہ میں دیوان ابو تمام کا ایک مطبوعہ نسخہ ہے جس کے سرورق پر ۔۔۔ شبلی کے ہاتھ کی یہ تحریر ہے۔ "محمد شبلی نعمانی را دیوان ابو تمام از حمید فرحوی ہدیہ بدست افتاد۔ ۱۲۹۹ھ شبلی نعمانی"[۴]

دار المصنفین کے کتب خانے میں (نمبر ۲۴ - حدیث) ایک مخطوطہ ہے جس کا نام ہے۔

"رسالہ فتح الغفور فی وضع الایدی علی الصدور للشیخ محمد حیات"

۔۔۔ فراہی کے عم محترم حاجی محمد سلیم صاحب کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ کتاب کے آخر میں اور کتاب ۔۔۔ اندر بھی کئی جگہ یہ اندراج ہے کہ اس کو "محمد سلیم فرحوی" نے لکھا۔ اس کی آخری سطر یوں ہے:

"کتبہ محمد سلیم الفرحوی سنہ ۱۳۰۵"

۔۔۔ میں یہ عبارت ہے:

"بید محمد سلیم فرحوی ۔ ۲۱ر ذی الحجہ ۱۳۰۵ سنہ"[۵]

پھریہا کے لوگوں کے ناموں کے ساتھ نسبت فرحوی کا یوں استعمال یہ ظاہر کرتا ہے کہ لوگ ۔۔۔ میں اس کو جانتے اور مانتے تھے کہ پھریہا اصل میں فرحا ہے۔ حتیٰ کہ شبلی جیسے باخبر اور صاحب ۔۔۔ یہی خیال معلوم ہوتا ہے۔ ماضی بعید اور ماضی قریب میں لوگوں کا "پھریہا" لکھنا بھی یہی ظاہر کرتا ہے کہ ۔۔۔ عام تھا۔ مدرسۃ الاصلاح کی قلمی روداد میں سینکڑوں جگہ یہ نام آیا ہے اور بلا استثناء ہر جگہ پھربا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لکھا گیا ہے۔ میں نے اپنے حالیہ سفرِ ہند میں سجاد صاحب سے ایک تحریر لکھوائی تو انھوں
کر کے روانی میں پھریہا کی بجائے یہی "پھربا" لکھا[6]۔ پھربا صاف فرحا کی شکل ہند ہے۔

یہاں ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ فرحا نام کی کوئی جگہ افغانستان کی تاریخ اور [جغرافیے میں موجود ہے]
یا نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ تلاش کے باوجود مجھے ابھی تک یہ لفظ اس شکل میں لکھا ہوا کہیں
زبانی بہت سے لوگوں نے اس کے ہونے کی شہادت دی ہے۔ البتہ فرح اور فرح آباد کثرت
بعض حوالے ملاحظہ ہوں[7]:

"اسکندر اعظم ...... موجودہ افغانستان سے فرح قندھار اور کابل ک[ی طرف]
ہوتا ہوا ...... الخ[8]"

"فرح افغانستان کا ایک قصبہ ہے[9]"

زمانہ حال کے ایک مصنف سہراب کیٹرک نے اسے صوبے کی بجائے ڈویژن لکھ[ا ہے]:

"The five major provinces are those of ....
while four minor divisions are Jalalabad, Khost
Farah and Maimena." (10)

ایک انگریز مصنف ٹیٹ نے اس کا ذکر یوں کیا ہے:

"Put Mahmud in Possession of Farah" (11)

یہی مصنف فرح آباد کا ذکر یوں کرتا ہے:

"He then occupied the strong suburb of Farahabad." (12)

ایک انگریز میکمن لکھتا ہے:

"Shah Tahmasp, son of Husain, still maintained
him self at Farahabad in Mazanderan." (13)

ایک فارسی تصنیف جامع مفیدی میں ایک جگہ کے نام کی حیثیت سے لفظ فرح
دوبار آیا ہے[14]۔

میں نے تاریخ و جغرافیے کی بے شمار کتابیں دیکھ ڈالیں لیکن فرحا نہیں ملا۔ اس لئے
کہ یہی فرح ہے جس کو فرحا کہا گیا یا "فرح آباد" کو، جو روانی میں فرحاباد بولا اور کبھی لکھا
[تخف]یف کر کے فرحا کہا جانے لگا۔ تلفظ میں اس طرح کے تصرفات ہوتے رہتے ہیں۔ اس سے

[واض]ح ہو گیا کہ جن لوگوں نے افغانستان سے پھریہا کے ڈانڈے ملائے ہیں انھوں نے بالکل ہوا میں تیر نہیں
[چل]ایا ہے بلکہ اگر تاریخی طور سے یہ بات غلط بھی ثابت ہو جائے تو بھی کہا جائے گا کہ اس کی ایک اصل
[م]وجود ہے۔

پھریہا کی وجہ تسمیہ کے بارے میں ایک نیا اور اچھوتا نقطۂ نظر مقبول احمد اشرفی کی زبانی معلوم ہوا
[مق]بول صاحب کو اس خیال سے اتفاق نہیں کہ پھریہا کا کوئی تعلق فرحا سے ہے۔ مقبول صاحب کا تعلق
[محمد] پور سے ہے۔ محمد پور اور پھریہا دونوں جگہ ان کے سلسلے کے پٹھان آباد ہیں۔ اپنے اسلاف کی نقل مکانی
[کی] جو سرگزشت انھوں نے بیان کی وہ اس سے مختلف ہے جو فراہی کے خاندان میں مشہور ہے۔ ایک ملاقات
[میں] پھریہا اور فراہی کا ذکر آیا تو انھوں نے اپنی دریافت ان الفاظ میں بیان کی۔

"ہمارے آباؤ اجداد غور سے ہندوستان آئے۔ خاندان کے کچھ لوگ محمد پور اور
کچھ پھریہا میں آباد ہوئے۔ یہ لوگ پٹھان تھے۔ مولانا فراہی کا خاندان انصاریوں کا
تھا۔ یہ لوگ دونہ (THAUNA) سے یہاں آئے۔ پھر ان کی رشتہ داریاں پھریہا
میں ہوئیں، اور اس طرح کچھ جائداد ان کو حصے میں ملی، اور کچھ انھوں نے بعد میں خریدی۔
ہمارے مورثِ اعلیٰ کا نام محمد تھا اور انھیں کے نام پر ہماری بستی کا نام محمد پور پڑا[15]۔"

[پھ]ریہا کے بارے میں انھوں نے اپنی تحقیق کے نتائج ان الفاظ میں بیان کئے:

"قدیم تاریخی روایات کے مطابق گوتمی راجپوت اور رحمت اللہی دو قومیں سیور غال
پرگنہ نظام آباد میں آباد تھیں۔ گوتمی راجپوتوں کی ایک شاخ کا نام "پریہار" تھا۔
ہو سکتا ہے کہ ان کے نام کے پیچھے اس پرگنے کی ایک بستی کا نام پریہار پڑ گیا ہو
جو بعد میں بدل کر یا بگڑ کر پھریہا بن گیا[16]۔"

اشرفی صاحب کے اہلِ خاندان پھریہا میں آباد ہیں اس لئے پھریہا سے ان کو ایک طرح کا تعلق ہے
[پھ]ریہا کے وجہ تسمیہ کی بابت ان کے خیالات کی بنیاد یہ ہے کہ خاندان کے جن لوگوں نے وہاں سکونت
[اخت]یار کی وہ غور سے آئے نہ کہ فرحا یا فرح سے، اس لئے فرحا نام رکھنے کی کوئی وجہ نہیں۔ علاوہ ازیں انھیں
[تا]ریخ میں ایک لفظ پریہار مل گیا جس کو آسانی سے پھریہا کا پیشرو قرار دیا جا سکتا ہے۔ جہاں تک کہ
[خ]اندان کی نقل مکانی کا تعلق ہے ان کا بیان زیادہ اعتبار کے قابل ہے لیکن ان کی دوسری دلیل سر تا سر
[قی]اس پر مبنی ہے اس لئے چنداں درخورِ اعتنا نہیں ہو سکتی۔ تاریخی طور پر اس کا کوئی ثبوت نہیں
[کہ پ]ریہار قوم کے لوگوں نے اس گاؤں کو آباد کیا اور اگر انھوں نے آباد کیا تو پھر وہ کہاں چلے گئے۔ کیا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سپھر یہا کی موجودہ آبادی میں ان کے آثار ونشان کا کوئی سراغ ملتا ہے۔ اعظم گڑھ کی مسلمان آبادیوں
نام زیادہ تر مسلم روایات کے آئینہ دار ہیں نہ کہ ہندو اس لئے ہمیں سپھر یہا کی اصل کے بارے م
غیر مسلم روایت کو ماخذ بنانے میں تامل ہے۔ سپھر یہا میں ہندو گھرانے اکا دکا ہیں۔ یہ خالصتاً مس
بستی ہے۔

سپھر یہا کی وجہ تسمیہ کے بارے میں ایک اشارہ ہمیں اس واقعہ سے ملتا ہے کہ مولانا فرا
خاندان میں پہلے سے موجود ایک نسبت "فرحوی یا فرحاوی" کو چھوڑ کر "فراہی" کی نسبت اختیار
توطے ہے کہ یہ نسبت وطنی ہے۔ اس کے خلاف کسی احتمال کا خیال ذہن میں نہیں آتا۔ وطن کے
جتنی بھی صورتیں اب تک سامنے آئیں ہیں ان میں سے کسی کی بھی نسبت عام قاعدے کے مطا
نہیں ہو سکتی۔ یہ بھی معلوم ہے کہ وطن کے موجودہ نام سپھر یہا سے نسبت وضع کرنے کا رجحان ا
لکھے خاندان کے لئے قابلِ قبول نہیں تھا اور خاندان کے فہمیدہ لوگوں نے حال کی بجائے ماضی
اس کا نعم البدل تلاش کرنے کی کوشش کی۔ سجاد صاحب کی نشاندہی پر میں نے فرحا کی تلاش
فرحا تو نہیں ملا۔ تلاش کے اس دائرے میں ایک لفظ "فراہ" مل گیا جو جگہ کا نام ہے اور جس کی
بغیر کسی دشواری کے سیدھے سیدھے فراہی بن جاتی ہے۔ بحث ونظر کا سلسلہ دراز کرنے سے پہلے ضر
کہ فراہ کے متعلق کچھ معلومات فراہم کردی جائیں۔ "تاریخ افغانستان بعد از اسلام" میں ۸۔۱۰
"فراہ" کا ذکر ہے[17] قاموس جغرافیائی افغانستان جلد اول کے آخر میں ایک جدول ہے اس م
کا ذکر ایک جگہ کی حیثیت سے آیا ہے۔ اس جدول کی رو سے فراہ کا فاصلہ کابل سے ۸۹۲ کلو
منگولز آف افغانستان کی رو سے فراہ افغانستان میں ایک مقام بھی ہے اور ایک صوبہ بھی۔[18]
پژواک اصطخری کے حوالہ سے لکھتے ہیں:

"اصطخری حدود غور را چنیں بیان میدارد کہ از ولایت ہرات شروع گردیدہ یا فراہ
بالادہ، داور (بدداور) رباط کارواں غرجستان و دوبارہ بہ ہرات منتہی می شد"[19]

لطف کی بات یہ کہ قدماء میں ایک ایسے بزرگ بھی گذرے ہیں جن کے نام کے ساتھ فرا
استعمال ہوتی تھی۔ مسعود بن ابی بکر الفراہی وفات ۶۴۰ / ۱۲۴۲ء کا ذکر قاموس، تراجم اور معج
اکثر کتابوں میں ملتا ہے۔[20]

ان بزرگ کے اس نسبتی نام کا ماخذ فراہ کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ اگر یہ درست
مولانا فراہی کے بارے میں بھی کم سے کم مفروضے کے طور پر یہ تسلیم کر لینا چاہئے کہ ان کو فراہ سے

... کہ ان کے وطن سپھر یہا کی اصل فرحا نہیں فراہ ہے۔ ہمارا اندازہ ہے کہ جن لوگوں نے فرحا کو سپھر یہا
... اصل سمجھا انھوں نے بھی فراہ ہی کو فرحا کر لیا۔ اس لئے کہ افغانستان میں فرحا نام کی کوئی جگہ تھی ہی
... رہا یہ سوال کہ فراہ سے سپھر یہا کیسے بن گیا۔

... اس کا ایک جواب تو یہ ہے، جو اگرچہ الزامی ہے، کہ جس طرح سپھر یہا سے فراہی بن سکتا ہے بالکل
... فراہ سے سپھر یہا بھی بن سکتا ہے۔ تحقیقی جواب یہ ہے کہ الفاظ میں حالات کی تبدیلی کی وجہ سے
... خصوصاً عوامی سطح پر، جو صوتی تغیرات ہوتے ہیں ان کے لحاظ سے یہ بڑی معمولی بات ہے کہ فراہ بدل
... سپھر یہا بن جائے۔ اس لفظ نے منزل بہ منزل یوں سفر کیا ہوگا۔ فراہ، فربا، سپھر یا، سپھر یہا۔ اغلب
... مولانا فراہی تحقیق کے بعد اس نتیجے پر پہونچے ہوں کہ سپھر یہا میں آباد پٹھان فراہ سے آئے اور انھوں نے
... نام فراہ رکھا جو بدل کر سپھر یہا ہو گیا۔ اس لئے انھوں نے فراہی کی نسبت اختیار کی۔

فراہ سے نقل مکانی کی کوئی روایت نہیں لیکن فرحا سے نقل مکانی کی ایک روایت ہے جس کا
... فرحا کی عدم موجودگی میں، فراہ کی طرف آسانی سے موڑا جا سکتا ہے۔ مقبول اشرفی صاحب نے اپنے
... کے غور سے آنے کی جس روایت کو فرحا کی روایت کے رد میں بطور دلیل کے پیش کیا ہے ہم اسے فراہ
... میں بطور دلیل کے استعمال کر سکتے ہیں۔ اشرفی صاحب کی نظر میں افغانستان کا جغرافیہ نہیں تھا
... بات ان کے علم میں نہ تھی کہ افغانستان میں فراہ نام کی ایک جگہ ہے جو غور سے بہت قریب ہے
... ادوار میں جغرافیائی حدود میں رد و بدل کے ساتھ ساتھ ان دونوں مقامات کی حیثیتیں اور ان
... نسبتیں بھی بدلتی رہی ہیں۔ کبھی غور کو اہمیت حاصل ہوئی تو فراہ اس کا حصہ قرار پایا اور کبھی
... اہمیت حاصل ہوئی تو غور اس کا حصہ قرار پایا۔

اس ضمن میں میرا مطالعہ بہت محدود ہے لیکن گذشتہ صفحات میں غوریان اور منگولز آف افغانستان
... سے غور اور فراہ کے متعلق جو باتیں درج کی گئی ہیں ان سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ یہ دونوں مقامات ایک
... کے قریب بھی ہیں اور آپس میں ان کا جغرافیائی اور انتظامی تعلق بھی ہے۔ غور صوبہ ہو اور فراہ اس کا
... یا فراہ صوبہ ہو اور غور اس کا ایک مقام۔ اس کے باشندے بیک وقت دونوں کے ساتھ
... نسبت ظاہر کر سکتے ہیں۔ ملک، صوبہ، ضلع، شہر اور گاؤں مکانی نسبت کے مختلف دائرے ہیں اور
... کسی کا تعلق بیک وقت ان سب سے ہوتا ہے۔ اور ان میں سے جس دائرے کے ساتھ بھی وابستگی
... جائے درست ہوگی۔ سپھر یہا کے پٹھان فراہ سے آئے ہوں یا غور سے، اس خاص صورتِ حال
... میں جس کا ذکر اوپر کیا گیا، وہ غور سے بھی اپنا تعلق ظاہر کر سکتے ہیں اور فراہ سے بھی۔ اس لئے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مقبول اشرفی صاحب کی روایت سے تعارض نہیں ہوگا۔ اگر یہ کہا جائے کہ ان کے خاندان کے لوگ
سے آئے اور انھوں نے یہاں آکر اپنی بستی کا نام فراہ رکھا جو بعد میں پھریہا ہوگیا۔

محدود مطالعے اور سرسری معلومات سے میں جو کچھ سمجھ سکا ہوں وہ حرفِ آخر نہیں ہو
آئندہ کوئی شخص مزید تحقیق کرنی چاہے تو یہ باتیں اس کے لئے اشاریہ کا کام دے سکتی ہیں۔

مولانا کی پیدائش ان کے جدی مکان میں ہوئی جو پھریہا گاؤں کی پرانی آبادی کے وسط
مسجد کے قریب واقع تھا۔ یہ مکان اب پیوند زمین ہو چکا ہے۔ ۱۹۷۹ء میں جب میں وہاں گیا
کی جگہ صرف ملبہ رہ گیا تھا۔ باقیات کو دیکھنے سے اندازہ ہوا کہ یہ پختہ اینٹوں کا بنا ہوا تھا۔ دیوا
پلاسٹر کے آثار نظر نہیں آئے۔ تعمیر کے رقبہ سے اندازہ ہوا کہ یہ ایک بڑا مکان تھا۔ ۔ ۔ اب گرد
ہر طرف لوگوں کے مکان ہیں اس لئے احاطے اور اضافی تعمیرات کا پتہ نہیں چلتا لیکن دیار میں ر
اور بڑے زمینداروں کے مکان دیکھنے کے بعد قیاس کیا جا سکتا ہے کہ یہ مکان بھی اپنے متعلقا
کے ساتھ وسیع و عریض رہا ہوگا۔ جائیداد تقسیم ہوئی تو یہ مکان مولانا کے چچا حاجی سلیم کے حص
گرنے کے بعد ان کی اولاد نے ساتھ ہی نئے طرز کی کوٹھی تعمیر کرلی ہے۔ اور اب وہ گھر جسے مولانا
نادرہ روزگار ہستی کا مسقط الرأس ہونے کا امتیاز حاصل تھا، ویرانے میں تبدیل ہو چکا ہے۔

مولانا فراہی کے والد حاجی عبدالکریم نے پھریہا کے مشرقی جانب جہاں کبھی جنگل او
اپنے لئے نیا مکان تعمیر کیا اور گاؤں چھوڑ کر یہاں آگئے۔ ان کی زمین اور کھیت وغیرہ بھی زیادہ تر اسی
تھے۔ اس جگہ برادری میں صرف مولانا کا مکان ہے۔ آس پاس کچھ گھر کمیوں اور اسامیوں کے
ہی ایک چھوٹی سی مسجد ہے جو مولانا کے والد ہی کی تعمیر کرائی ہوئی ہے۔ گھر سے تھوڑی دور پر آم[۲۰]
ہے اس کے پاس ہی مولانا کا اپنے صرف سے بنوایا ہوا ایک بنگلہ ہے[۲۱] جو وقت سے پہلے اج
شروع میں یہ جگہ گاؤں سے الگ تھلگ مثل چھاؤنی کے تھی مگر رفتہ رفتہ پھریہا کی آبادی بھ
کے قریب آگئی۔ یہ جگہ گاؤں میں بجلیا کے نام سے مشہور ہے[۲۲]۔ مولانا کے گھر کے ساتھ ہی ایک
ہے، یہ باؤلی بہت پرانی، آبادی سے پہلے کی ہے۔ یہاں پہلے کبھی بجلی گری تھی اس لئے اس
یا بجلیا پڑ گیا۔ اور اب یہی نام اس پروا کا ہے جس میں مولانا کا موجودہ گھر ہے۔

(حواشی اگلے صفحہ پر)

حواشی وحوالے

سلسلے میں اقتباس کی ضرورت اس لئے نہیں ہے کہ راقم کی اپنی جائے پیدائش پھریہا سے صرف
میل دور ہے۔ جہاں اس کی ابتدائی زندگی کے بیس سال بسر ہوئے۔ پاکستان آنے کے بعد بھی
قائم رہا۔ پروجیکٹ تفویض ہونے کے بعد دو بار خاص اسی کام سے ہندوستان گیا اور کچھ
پھریہا میں بھی گذارا۔

میں اس کی شہرت فراہی کے خاندان کی امتیازی حیثیت کی وجہ سے عام ہوئی۔ لیکن ضلع کی حد
اس کی شہرت میں مولانا کی علمی شخصیت کا اتنا حصہ نہیں جتنا خاندان کے دوسرے افراد کا ہے۔ علمی
ہمارے جن کا کوئی مقام نہ تھا مگر دنیوی وجاہت میں وہ فائق تھے۔ مدرسۃ الاصلاح جانے سے
کم عمری میں ہم لوگ پھریہا کے شیخ محمد کو تو اچھی طرح جانتے تھے مگر حمید الدین فراہی سے واقف نہ
دیہات میں جہاں شیخ محمد کا نام بہت عزت و احترام سے اور رعب و دبدبہ کے ساتھ لیا جاتا
مولانا کو کوئی جانتا تک نہ تھا۔ شیخ محمد مولانا کے چچا حاجی سلیم کے لڑکے تھے۔ فراہی کے خاندان
علاوہ گاؤں میں کسی اور خاندان کو یہ مرتبہ حاصل نہیں۔

صاحب سے ملاقات، پھریہا، ۱۰ مارچ ۱۹۷۹ء۔ فریہا اور محمد پور گویا آپس میں توأم بستیاں
کا باہمی فاصلہ بھی تین میل سے زیادہ نہیں۔

محمد اجمل اصلاحی کی ڈائری سے ماخوذ ہے جو انھوں نے نقل کر رکھی تھی مجھے خود دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا
نوٹ پر ۱۲۹۹ھ کی تاریخ ہے جو مطابق ہے ۱۸۸۲ء کے۔ اس نوٹ میں حمید فرحوی سے ظاہر
مولانا فراہی مراد ہیں۔ خود مولانا کے نام کے ساتھ فرحوی کا استعمال یہ ظاہر کرتا ہے کہ اس وقت
خاندان میں "فراہی" کا استعمال شروع نہیں ہوا تھا۔

۱۳۰ اس کا سن کتابت ہے جو مطابق ہے ۱۸۸۶ء کے۔ اس وقت مولانا فراہی کی عمر پچیس برس
تھی مگر انھوں نے ابھی فراہی لکھنا شروع نہیں کیا تھا۔

کے ہاتھ کی لکھی ہوئی یہ تحریر میرے پاس محفوظ ہے۔

کی نسبت فرحا کے مقابلے میں فرح سے زیادہ قریب اور باقاعدہ نظر آتی ہے اور فرح آباد سے
فرح آبادی بنے گی۔

ان، ص ۵۷

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۹۔ اشارۂ پٹھان، ص۶۹۷۔ میجر سی۔ اے۔ ایٹ نے اپنی کتاب "ناردرن افغانستان" میں
کو ایک صوبہ بتایا ہے۔

۱۰۔ تھرو امان اللہ ز افغانستان، ص۳

۱۱۔ دی کنگڈم آف افغانستان، ص۱۰۹

۱۲۔ دی کنگڈم آف افغانستان، ص۴۶

۱۳۔ افغانستان، ص۱۵

۱۴۔ جامع مفیدی، ص۱۷۸

۱۵۔ مقبول احمد اشرفی، روایت بالمعنی، ملاقات محمد پور ۱۹ر مارچ ۱۹۸۰ء

۱۶۔ پھریہا اور پرپہار میں جو ہم آہنگی ہے اس کے باعث اس توجیہہ میں کشش تو ضرور ہے لیکن
کی تائید میں نہ کوئی قرینہ ہے نہ کوئی ایسی شہادت جس کی بناء پر اسے تاریخی واقعیت کا درجہ دیا جا
اس کی بنیاد تمام تر قیاس پر ہے۔ اشرفی صاحب کی معلومات کا ماخذ ان کے بیان کے مطابق ڈاکٹر
چندر کی کتاب "کاشی کا اتہاس" ہے جو ہندی زبان میں ہے۔ مقبول صاحب خود ہندی نہیں
انھوں نے کسی سے پڑھوا کر مطالب اخذ کئے۔ یہ کتاب مقبول صاحب کے پاس تھی اور انھوں نے
دکھائی بھی مگر جلدی میں وہ حوالہ تلاش نہ کر سکے۔ میں نے ایک روایت کی حیثیت سے اس کا
لئے کر دیا ہے تاکہ آئندہ کوئی شخص اپنی تحقیق سے تائید یا تردید کر کے حقیقت حال کو واضح

۱۷۔ ملاحظہ ہو تاریخ افغانستان بعد از اسلام، جلد اول، صفحات: ۲۷۴، ۳۱۵، ۵۶۰
۳۶۷، ۴۵۵، ۵۶۱، ۵۶۳، ۴۸۸۔

۱۸۔ ملاحظہ ہو۔ منگولز آف افغانستان کے آخر میں دیا ہوا نقشہ۔ اس نقشہ میں غور کو فراہ
قریب بتایا گیا ہے اور ہو سکتا ہے کہ وہ فراہ صوبے ہی کا ایک مقام ہو۔ اس کتاب میں
کی املا رائے مشدد سے (Farrah) ہے۔ یہ نہیں معلوم کہ یہ انگریزی طرز تحریر کی بنا
ہے یا واقعی اس کا تلفظ یہی ہے۔

۱۹۔ غوریان، ص۲، اس بیان کی رو سے فراہ حدود غور کے اندر اور قریب واقع تھا لیکن اکثر
حدود بدلتی رہتی ہیں۔

۲۰۔ کچھ تفصیل اور حوالے نام کی بحث میں فراہی کے ذیل میں ملاحظہ ہوں۔

۲۱۔ ان یادگاروں کا کچھ بیان اپنے مقام پر آئے گا۔

پہلے دن میں سنجر پور سے پھریہا کے لئے روانہ ہوا تو راستے میں پھریہا کے ایک بزرگ مل گئے
میں نے ان سے مولانا کے گھر کا اتا پتا معلوم کیا تو انھوں نے کہا کہ بجلیا پر چلے جائیے۔ مجھے الجھن
تو ہوئی مگر میں نے ان سے پوچھا نہیں کہ یہ بجلیا کیا چیز ہے۔ میرے اپنے ذہن نے اس کی توجیہ
یہ کی کہ وہاں بجلی کا کوئی ٹرانسمیشن وغیرہ لگا ہوگا۔ اس لئے وہ جگہ بجلی کے نام سے مشہور ہو گئی
ہوگی۔ لیکن میں نے پھریہا پہنچ کر سجاد صاحب سے دریافت کیا تو انھوں نے اس کی وضاحت
اس باولی کے حوالے سے کی جس کا نام بجلی تھا اور جس کے پیچھے اس مختصر آبادی کا نام بجلی یا بجلیا
مشہور ہوا۔

علامۃ العصر مولانا حمید الدین فراہیؒ کی بعض اہم تصانیف

۱۔ امعان فی اقسام القرآن ______ ۱—۲۵
۲۔ الرائی الصحیح فیمن ہو الذبیح ______ ۱—۱۳
۳۔ العقائد الی عیون العقائد ______ ۱۵—۰۰
۴۔ فی ملکوت اللہ ______ ۳—۵۰
۵۔ مفردات القرآن ______ ۱—۲۵
۶۔ دلائل النظائم ______ ۴—۰۰
۷۔ التکمیل فی اصول التاویل ______ ۳—۰۰
۸۔ فاتحہ نظام القرآن ______ ۱—۰۰
۹۔ اسالیب القرآن ______ ۳—۵۰
۱۰۔ جمہرۃ البلاغۃ ______ ۱—۲۷
۱۱۔ تفسیر سورۃ الفیل ______ ۲—۵۰
۱۲۔ تفسیر سورۃ اللہب ______ ۰—۳۸
۱۳۔ تفسیر سورۃ القیامہ ______ ۷—۰۰

ملنے کا پتہ: مکتبہ دائرہ حمیدیہ، مدرسۃ الاصلاح، سرائے میر اعظم گڑھ یوپی (انڈیا)

© rasailojaraid.com